تحریک آزادی اور پیسہ اخبار
ایک مختصر جائزہ

احمد سعید

اخبارات کچھ عرصہ گذرنے کے بعد نہ صرف تاریخ نویسی کے لئے بنیادی ماخذ کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں بلکہ خود تاریخ کا حصہ بن جاتے ہیں۔ تحریک آزادی میں مسلم صحافت نے بھی ایک اہم کردار ادا کیا۔ "الامان" (دہلی)، "منشور" (دہلی)، "عصر جدید" (کلکتہ)، "ڈان" (دہلی)، "مسلمان" (کلکتہ)، "الوحید" (کراچی)، "سٹار آف انڈیا" (کلکتہ)، "زمیندار" (لاہور)، "احسان" (لاہور)، "ایسٹرن ٹائمز" (لاہور)، "پیسہ اخبار" (لاہور)، "نوائے وقت" (لاہور) اور دیگر مسلم اخبارات نے مسلم رائے عامہ تشکیل دینے اور آل انڈیا مسلم لیگ اور قائداعظم محمد علی جناح کا پیغام عام لوگوں تک پہنچانے میں ایک تاریخ ساز کردار ادا کیا۔ روزنامہ "پیسہ اخبار" (لاہور) نے تحریک آزادی کے لیے جو اہم کردار ادا کیا، اس کا ایک مختصر جائزہ حسب ذیل ہے۔

روزنامہ "پیسہ اخبار" منشی محبوب عالم نے جاری کیا تھا۔ آپ کا تعلق گوجرانوالہ کے موضع بھروکی کے ایک راجپوت خاندان سے تھا (۱)۔ آپ نے مڈل کا امتحان پاس کرنے کے بعد جب منشی عالم کا امتحان پاس کیا تو اسی نسبت سے منشی محبوب عالم کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کی ابتدائی زندگی تنگدستی میں بسر ہوئی۔ پہلے پہل جب اخبار نکالا تو اسکی کتابت اور سنگ سازی خود ہی کرتے تھے (۲)۔ ۱۸۸٦ء میں ایک مطبع خادم التعلیم کے نام سے شروع کیا۔ جنوری ۱۸۸۷ء میں ہفت روزہ "ہمت" جاری کیا، بعد میں اسی کا نام تبدیل کر کے "پیسہ اخبار" رکھ دیا (۳)۔ "ہمت" کے علاوہ ہفتہ وار "سکول ماسٹر" بھی جاری کیا۔

محبوب عالم نے ۱۸۸۷ء میں ہفتہ وار "پیسہ اخبار" کو فیروز آباد سے گوجرانوالہ منتقل کر لیا اور پھر ۱۸۸۹ء میں وہاں سے لاہور لے آئے۔ مارچ ۱۸۹۷ء سے "پیسہ اخبار" کو روزنامے کی شکل دی گئی، یہ سلسلہ ۲ مئی ۱۸۸۹ء تک جاری رہا (۴)۔ ۱۹۲۲ء تک یہ روزنامہ اور اسکے بعد ہفتہ وار شائع ہوتا رہا۔ مئی ۱۹۰۰ء میں محبوب عالم لاہور سے فن اخبار نویسی کے مطالعہ کیلئے یورپ گئے (۵)۔ اور اٹلی،

آسٹریا، جرمنی، بلجیم، فرانس، انگلستان، روم، شام اور مصر کی سیاحت کے بعد دسمبر ۱۹۰۰ء میں واپس ہندوستان لوٹے۔ آپ نے اپنے سفر کے تاثرات خطوط کی صورت میں "پیسہ اخبار" میں شائع کئے اور بعد میں انہیں ایک کتاب "سفر نامہ یورپ" کی شکل میں شائع کیا۔ اس کتاب پر انہیں حکومت پنجاب کی طرف سے چار سو روپے انعام ملا۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کہ محبوب عالم کی ابتدائی زندگی عسرت میں گذری لیکن انہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں کے طفیل اپنا اشاعتی کاروبار اس قدر وسیع کر لیا کہ ان کے لاہور میں قائم کردہ ایک عالی شان مطبع میں سترہ مشینیں نصب تھیں۔ اس مطبع کے زیر اہتمام مختلف موضوعات پر سات سو کے قریب کتب شائع کی گئیں، ان میں سے پچاسی کے قریب کتب کے وہ خود مصنف یا مؤلف تھے (٦)۔

محبوب عالم کو اردو، فارسی، عربی اور انگریزی کے علاوہ اور بھی بہت سی زبانوں پر دسترس حاصل تھی۔ فوق نے ان کی زبان دانی کے بارے میں لکھا کہ

> وہ اتنی زبانیں جانتے تھے کہ ہندوستان کا کوئی اور اخباز نویس اتنی زبانیں نہیں جانتا تھا۔ انہیں اردو، فارسی، عربی اور انگریزی کے علاوہ فرانسیسی، ترکی اور روسی زبانوں پر بھی دسترس حاصل تھی (٧)۔

۱۹۱۴ء میں شائع شدہ "پیسہ اخبار" کے ایک اداریہ سے معلوم ہوتا ہے کہ، "مولوی صاحب بفضلہ تعالیٰ اردو، فارسی، عربی اور انگریزی میں صاحب تصنیف و تالیف ہونے کے علاوہ، ہندی، گورمکھی، فرانسیسی، جرمنی اور ترکی میں بھی اچھی دستگاہ رکھتے ہیں" (٨)۔ ۱۹۱۵ء میں انہیں "پنجاب پریس ایسوسی ایشن" کا صدر منتخب کیا گیا (٩)۔ ۱۹۲۲ء میں جب "پنجاب مسلم پریس ایسوسی ایشن" قائم ہوئی تو اس کی صدارت کے لئے بھی سب کی نظریں محبوب عالم کی طرف اٹھیں اور آپ کو اس کا صدر مقرر کیا گیا۔ انہیں سرکاری حلقوں میں کافی اثر و رسوخ حاصل تھا۔ ۱۹۰۳ء میں لارڈ کرزن کے عہد حکومت میں منعقدہ دہلی دربار میں انہیں مدعو کیا گیا تھا۔ اسی طرح ۱۹۱۱ء کے دہلی دربار میں بھی وہ شاہی مہمانوں میں شامل تھے۔ صحافت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی سماجی اور ثقافتی سرگرمیاں بھی آپ کی توجہ کا مرکز بنی رہیں۔ ۱۹۱۳ء میں آپ "انجمن اصلاح تمدن مسلمانان" کے سیکرٹری منتخب کئے گئے۔ آپ لاہور کی ایک اور معاشرتی تنظیم "پنجاب مسلم کلب" کے بھی سرگرم رکن تھے۔

محبوب عالم خواتین کے سماجی اور سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے بہت حامی تھے ۔ ۱۹۲۲ء میں جب مولانا محمد علی کی والدہ بی اماں کو کانگرس کا صدر بنانے کی تجویز پیش ہوئی تو انہوں نے ایک اداریہ " بی اماں اور صدارت کانگرس " میں لکھا کہ

امید ہے کہ بی اماں کی صدارت کی تجویز ضرور کامیاب ہوگی ، اس میں شک نہیں کہ جب تک ہماری قابل خواتین میدان عمل میں نہ اتریں گی اور ملکی تحریکوں میں حصہ نہیں لیں گی ۔ ہماری تحریکیں زیادہ بارآور ثابت نہیں ہوں گی ۔ اس لئے یہ امر موجب مسرت ہے کہ ہمارے ملک کی جن خواتین نے میدان عمل میں قدم رکھا ہے ان کی خدمات کا اعتراف کیا جا رہا ہے ، جس سے دیگر خواتین کی حوصلہ افزائی ہوگی (۱۰) ۔

ان کی بیٹی فاطمہ بیگم نے آگے چل کر تعلیمی ، صحافتی اور سیاسی میدان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ۔

محبوب عالم نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کانگرس میں شمولیت سے کیا ۔ انہوں نے کانگرس کے ابتدائی دور ہی میں اس میں شمولیت اختیار کر لی تھی ۔ وہ کانگرس کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے جلسوں سے خطاب کیا کرتے تھے ۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء میں لاہور میں راجہ دھیان سنگھ کی حویلی میں منعقدہ ایک جلسہ کی رپورٹ دستیاب ہوئی ہے ۔ اس جلسے سے روشن لعل (بار ایٹ لاء) ، کے ۔ پی ۔ چیٹرجی " (مدیر ٹربیون) " اور محبوب عالم نے خطاب کیا ۔ محبوب عالم نے " سودیشی تحریک " کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ یہ تحریک مسلمانوں کے لئے زیادہ سود مند ثابت ہوگی ، کیونکہ مسلمانوں کی اکثریت دستکاری ، پارچہ بافی اور دیگر چھوٹے پیشوں سے منسلک ہے اور اس تحزیک میں شمولیت سے ان کا کاروبار چمکے گا (۱۱) ۔ ایک کانگرسی ہونے کے ناطے وہ بھی دیگر کانگرسیوں کی مانند تقسیم بنگال کی مخالفت میں پیش پیش تھے ۔ اپنی کانگرسی سرگرمیوں پر روشنی ڈالتے ہوئے انہوں نے خود ہی لکھا کہ

" پیسہ اخبار " کا ایڈیٹر ان چند مسلمانوں میں سے ہے جو انڈین نیشنل کانگرس کی ابتداء ہی سے اس میں شریک ہو گئے تھے اور پچھلے پندرہ سولہ سال کانگرس کے اکثر جلسوں میں شامل رہا اور پیسہ اخبار میں کانگرس کے آزادانہ اور مساوات کے اصولوں کی تائید کرتا رہا (۱۲) ۔

پنجاب کے ایک اور صحافی محرم علی چشتی نے مولوی محبوب عالم کے

برعکس اپنی سیاسی سرگرمیوں کا آغاز علی گڑھ تحریک میں شمولیت سے کیا ۔ محرم علی ابتداً سر سید اور علی گڑھ تحریک کے زبردست حامی تھے ، اور ان کا اخبار " رفیق ہند " ان دونوں کی ترجمانی کے لیئے وقف تھا ۔ ادھر ایک دور ایسا آیا کہ انہوں نے سر سید اور علی گڑھ تحریک دونوں سے اپنا تعلق منقطع کر لیا اور کانگرس میں شامل ہوگئے ۔ دوسری طرف محبوب عالم کانگرس سے علیحدہ ہوکر ایم ۔ اے ۔ او کالج علی گڑھ کے ٹرسٹی مقرر ہوئے ۔ (۱۳)

کانگرس سے علیحدگی

سوال یہ ھے کہ آخر محبوب عالم نے اپنی راہ عمل کیوں تبدیل کی ۔ کانگرس نے ۱۸۸۵ء سے ہی یہ تاثر عام کرنا شروع کردیا کہ وہ تمام ہندوستانیوں کی نمائندہ جماعت ھے ، اور مسلمان بھی ہندوؤں کے شانہ بشانہ اسکی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لے رہے ہیں ۔ ادھر سر سید احمد خان نے کانگرس کی بھرپور مخالفت کی اور مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ کانگرسی سرگرمیوں سے کوئی سروکار نہ رکھیں (۱۴) ۔ تاریخی طور پر یہ بات مسلمہ ہے کہ مسلمانان برصغیر کی ایک بہت بڑی اکثریت نے سر سید احمد خان کے تجویز کردہ لائحہ عمل کو اپنایا ۔

۱۹۰۷ء میں جب کانگرس " انتہا پسندوں " اور " اعتدال پسندوں " کے درمیان رسہ کشی کا شکار ہوگئی تو خود کانگرسی مسلمانوں میں بھی یہ سوچ پیدا ہوئی کہ نئی صورت حال میں مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ کسطرح ممکن ہو گا ۔ چنانچہ بہت سے لوگوں نے کانگرس سے اپنا ناطہ توڑ لیا ۔ ایک ہندوستانی مؤرخ نینا پوری نے اس بارے میں لکھا کہ ۱۹۰۷ء کے واقعہ کے بعد پنجاب کے زعماء نے کانگرسی سرگرمیوں کو " غیر وفادارانہ " اور " باغیانہ " کہنے میں مصلحت سمجھی ۔ شیخ عبدالحق (نائب صدر ، ملتان میونسپلٹی) کی رائے میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اختلافات مذہبی کی بجائے سیاسی تھے ۔ وہ سمجھتے تھے کہ کانگرس کی تشکیل کے بعد دونوں قوموں میں یہ تمیز اور فرق مزید گہرائی اختیار کر گیا تھا ۔ وہ کانگرسی مطالبات کو " ہندو حکومت " نہ کہ " انڈین حکومت " کے قیام کے پیش خیمہ تصور کرتے تھے ۔ مولوی محبوب عالم نے بھی اسی سبب کانگرسی سرگرمیوں سے بیگانہ روی اختیار کی (۱۵) ۔ خود محبوب عالم نے بھی کانگرس سے اپنی علیحدگی کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا کہ " جب میں نے دیکھا کہ بوجہ قلت لیاقت مسلمان ابھی کانگرس کی شرکت سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے تو میں نے اس جماعت کو چھوڑ دیا " (۱۶) ۔

کانگرس سے قطع تعلق کے بعد محبوب عالم نے مسلم سیاست میں بھر پور حصہ لیا۔ وہ نئی مسلم لیگ کی بناء و تشکیل میں پیش پیش تھے۔ دسمبر ۱۹۰۷ء میں انہیں پنجاب مسلم لیگ کا مشترکہ معتمد (جوائنٹ سیکرٹری) منتخب کیا گیا۔ انہوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے مختلف اجلاسوں میں شرکت کی اور مختلف قراردادیں پیش کیں۔ ۱۸ مارچ ۱۹۰۸ء کو انہیں پنجاب سے آل انڈیا مسلم لیگ کا ممبر منتخب کیا گیا (۱۷)۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس امرتسر میں انہوں نے شیخ عبدالقادر کی پیش کردہ قرارداد کی تائید کی جس میں کہا گیا تھا کہ گورنر جنرل کی انتظامی کونسل میں ایک ہندوستانی کی تقرری کے بعد حکومت کو ایک مسلمان ممبر کی تقرری کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے (۱۸)۔ جنوری ۱۹۱۰ء میں محبوب عالم نے میاں محمد شفیع کی اس قرارداد کی حمایت کی جس میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کو ان کے تاریخی پس منظر اور تعداد کے اعتبار سے مناسب حصہ ملنا چاہیے۔ قرارداد پر تقریر کرتے ہوئے محبوب عالم نے کہا کہ صوبہ آگرہ کی عدالت میں مسلمانوں کی تعداد دن بدن کم ہو رہی ہے اور اگر جلد اور مؤثر اقدام نہ کیئے گئے اور اس کمی کو پورا نہ کیا گیا تو مسلمان اعلیٰ درجے کی ملازمتوں سے غائب ہو جائیں گے۔ انہوں نے مسلمانوں کے سرکاری ملازمتوں کے لئے "نا اہل" ہونے کے الزامات کو رد کرتے ہوئے کہا کہ وہ قوم جس کا ماضی نہایت شاندار رہا ہو اور جس نے ثقافت و تہذیب کی شمع کو صدیوں تک روشن کیئے رکھا ہو ان پر یہ الزام کہ وہ انتظامی قابلیت سے محروم ہیں ایک بے بنیاد الزام کے سوا کوئی حقیقت نہیں رکھتا (۱۹)۔ اسی اجلاس میں قاضی کبیر الدین کی اردو زبان سے متعلق قرارداد پر تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اردو زبان ہندوستان کی مشترکہ زبان کی حیثیت رکھتی ہے اور ایک ایسی حقیقت ہے جسے اس کے شدید ترین مخالفین بھی نہیں جھٹلا سکے۔ انہوں نے مسلم قوم کی ترقی اور اردو زبان کے تحفظ کو ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم قرار دیا (۲۰)۔

محبوب عالم نے شب و روز کی محنت سے "پیسہ اخبار" کو مقبول عام اخبار بنا دیا تھا۔ حکومت ہند کی شائع شدہ رپورٹ کے مطابق اخبار کا شمار لاہور کے مقبول ترین اخبارات میں ہوتا تھا اور اس کی اشاعت پنجاب کے تمام اخبارات سے زیادہ تھی (۲۱)۔ انہوں نے اخبار کا نظم و نسق اس انداز پر ترتیب دیا کہ ان کی غیر موجودگی میں بھی اخبار بطریق احسن نکلتا اور اس کی اشاعت قطعا

متاثر نہیں ہوتی تھی۔ اخبار کی اسی خوبی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک اردو معاصر "ہندوستانی" نے لکھا کہ ،

باوجودیکہ آپ چھ ماہ سے زائد ہندوستان سے باہر رہے مگر "پیسہ اخبار روزانہ اور ہفتہ وار دونوں کامیابی کے ساتھ چلتے رہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی نقص واقع نہیں ہوا۔ یہ بہت بڑی بات ہے (۲۲)۔

محبوب عالم کو "ایڈیٹر گر" کہا جاتا تھا کیونکہ "پیسہ اخبار" اخبار میں کام کرنے والے بہت سے لوگوں نے آگے چل کر مختلف اخبارات و رسائل کی ادارت کی۔ ان میں اخبار "ہندوستان" کے بابو دینا ناتھ ، "وقت" کے مرزا علی حسین ، "زبدۃ الحکما" کے مولوی عبدالرؤف رافت ، "غمخوار عالم" کے منشی احمد دین ، "وکیل" کے عبداللہ منہاس ، اخبار "ریلوے اینڈ انجینئرنگ نیوز" کے منشی محمد الدین خلیق ، "ملت" کے مولوی شجاع اللہ اور "کشمیری میگزین" کے ایڈیٹر محمد الدین فوق شامل تھے۔

حکومت ہند ہر صوبہ کے اخبارات کے جملہ کوائف پر مبنی ایک سالانہ رپورٹ شائع کرتی تھی۔ ان رپورٹوں میں محبوب عالم اور "پیسہ اخبار" کے متعلق خاصی دلچسپ معلومات موجود ہیں۔ ۱۹۱۱ء کی رپورٹ میں محبوب عالم کو نزاعی مسائل میں غیر جانبدار رہنے والا شخص بتلایا گیا جو جیل میں جا چکا تھا۔ رپورٹ کے مطابق اخبار کی اشاعت روزنامہ "زمیندار" کی مقبولیت کے سبب متاثر ہوئی تھی (۲۳)۔ ۱۹۱۴ء کی رپورٹ کے مطابق محبوب عالم اپنی نگارشات کے بارے میں ۱۹۱۰ء کے بعد بہت محتاط ہو گیا جب کہ اخبار "ہندوستان" سے معاصرانہ چشمک کے سلسلے میں ڈپٹی کمشنر بٹلر نے اس سے باز پرس کی۔ اسی رپورٹ کے مطابق روزنامہ "زمیندار" سے رقابت نے "پیسہ اخبار" کو حکومت کا حامی بنا دیا ہے (۲۴)۔ ۱۹۲۷ء میں محبوب عالم کو غیر جانبدار شخصیت بتلایا گیا ان رپورٹوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اخبار سے وقتاً فوقتاً باز پرس بھی ہوتی رہی۔ ۱۸۹۶ء میں کلکتہ کے بلووں کے موقع پر اخبار کو "باغیانہ مضمون" شائع کرنے پر تنبیہ کی گئی (۲۵)۔ ۱۸۹۸ء میں اخبار کے مدیر کو فحش مواد شائع کرنے پر تنبیہ ہوئی۔ ۱۹۱۸ء میں نابھہ سے متعلق ایک غلط رپورٹ شائع کرنے ، ۱۹۲۲ء ، ۱۹۲۵ء اور ۱۹۲۸ء میں غیر معیاری طباعت کے سبب اور ۱۹۲۷ء میں فرقہ وار معاملات کے سلسلے میں تنبیہ کی گئی (۲۶)۔ اخبار کے ۴ جنوری ۱۹۱۹ء کے شمارہ کے تمام دستیاب پرچے ضبط کر کے ضائع کرنے کے احکامات جاری کئے گئے جس

میں ڈاکٹر مختار احمد انصاری کی " باغیانہ تقریر " بالتفصیل شائع ہوئی تھی۔ صوبہ یو۔ پی کے اخبار " مشرق " سے جہاد کے متعلق ایک قابل اعتراض فتویٰ نقل کرنے پر بھی اخبار کے مدیر سے حکومت کے پریس ایڈوانزر نے گفتگو کی اور دسمبر ۱۹۱۹ء میں غیر رسمی طور پر ایڈیشنل سیکرٹری نے ترکوں کی حمایت میں شائع شدہ " قابل اعتراض مضامین " کی اشاعت پر متنبہ کیا (۲۷)۔

تحریک آزادی کے حوالے سے اگر " پیسہ اخبار " کی حکمت عملیوں کا جائزہ لیا جائے تو چند اہم امور سامنے آتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کہ ابتداء میں محبوب عالم کی کانگرس میں شمولیت کے سبب " پیسہ اخبار " تمام ملکی امور میں کانگرسی نقطئہ نظر کی حمایت کرتا تھا، لیکن کانگرس سے علیحدگی کے بعد اس نے مسلم نقطہ نظر بالخصوص پنجاب مسلم لیگ اور سر محمد شفیع کی ترجمانی کا فریضہ احسن طریق پر انجام دیا۔ اخبار جداگانہ انتخاب کو مسلمانوں کی سیاسی حیات کے لئے ناگزیر سمجھتا تھا، اسی لئے جب کبھی آل انڈیا مسلم لیگ کے کسی لیڈر نے مخلوط انتخاب کی بات کی تو اخبار نے بہت کچھ لکھا۔ محبوب عالم نے جداگانہ انتخاب کی آخر وقت تک مکمل حمایت جاری رکھی۔ ۱۹۲۸ء میں انہیں بیماری کے سبب کشمیر جانا پڑا۔ ان کی غیر حاضری میں ایک اداریہ " جداگانہ انتخاب سے مسلمانوں کو کیا مل گیا " شائع ہوا جس میں جداگانہ انتخاب کو ترک کرنے کا مشورہ دیا گیا تاکہ کم از کم ہندوؤں کی بدظنی تو دور ہو جائے (۲۸)۔ محبوب عالم کی توجہ جب اس اداریے کی طرف دلائی گئی تو انہوں نے " پیسہ اخبار " کی حکمت عملی کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ " میں سب سے پہلی فرصت میں اس رائے سے اپنی علیحدگی اور بیزاری ظاہر کرنا چاہتا ہوں جو یقیناً " پیسہ اخبار " کی مسلمہ اور عمر بھر کی پالیسی کے خلاف ہے " (۲۹)۔

سر محمد شفیع اور پنجاب مسلم لیگ کی مانند، اخبار نے کانگرس اور آل انڈیا مسلم لیگ کے درمیان طے پانے والے معاہدہ لکھنؤ (۱۹۱۷ء) کی مخالفت کی اخبار اس معاہدہ کے بعد مسلم لیگ کو " لکھنوی لیگ " کے نام سے یاد کرتا رہا۔ اس کے اداریوں اور کالموں میں معاہدہ لکھنؤ پر کڑی نکتہ چینی کی جاتی رہی۔ محبوب عالم نے " نیشنل کانگرس اور مسلم لیگ کا لکھنوی سمجھوتہ " کے زیر عنوان معاہدہ پر تنقید کرتے ہوئے ایک اداریہ میں لکھا کہ الغرض مجھے یہاں بھی ان بہی خواہان قوم کی سادہ لوحی پر تعجب آتا ہے، جو اس شرط کو

مسلمانوں کے لئے ایک بڑی فتح سمجھے ہوئے ہیں ۔ مجھے تو یہ شرط ہر طرح سے اپنی قوم کے لئے مہلک نظر آتی ہے ۔ ایک اور اداریہ میں مسلم لیگ اور کانگرس کی قربت کی پالیسی کی مخالفت کرتے ہوئے انہوں نے لکھا کہ کیا لکھنؤ کے لیڈران لیگ ایمانداری سے مانتے ہیں کہ مسلمانان ہند کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ بالکل کانگرس میں محو ہو جائیں تو بسم اللہ لیگ کو کانگرس میں مدغم کر کے مسلمانوں کی علیحدہ ہستی کو مٹا دیجئے تاکہ بخیال ان کے ہندوستان میں صرف کانگرس کی پالیٹیکس کو فتح کامل ہو جائے ۔ من تو شدم تو من شدی ۔ ایک اور موقع پر کانگرس میں مسلم لیگ کے ادغام کے خطرات بیان کرتے ہوئے انہوں نے لکھا اگر خدانخواستہ مسلم لیگ ، کانگرس کے دلربا انداز کے فریب میں آگئی تو نہ صرف مسلمانوں ہی کو مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا بلکہ خود گورنمنٹ کو بھی خطرناک صورتحال کا سامنا ہوگا ۔ ایسی حالت میں ہندو نفع ہی میں رہیں گے مسلمان نقصان میں ۔ اس لئے مسلمان لیڈروں کو ابھی سے ایسی مضبوط دیوار کانگرس اور مسلم لیگ کے درمیان کھڑی کر دینی چاہیے ، جو کبھی ٹوٹ نہ سکے اس تحریر کا یہ منشاء نہیں کہ مسلمان ہندوؤں سے بالکل الگ تھلگ رہیں بلکہ یہ ہے کہ مسلم لیگ اور اسکے پولیٹیکل پروگرام کو کانگرس اور اس کے پولٹیکل پروگرام سے بالکل جدا رکھا جائے ۔ بعد میں لکھنؤ پیکٹ کی مخالفت اور آل انڈیا مسلم لیگ کی اس حکمت عملی سے اظہار اختلاف کرتے ہوئے میاں محمد شفیع اور چند دیگر زعماء نے "آل انڈیا مسلم ایسوسی ایشن" کے نام سے ایک نئی جماعت قائم کی ۔ محبوب عالم نے اس جماعت کی شاخ " پنجاب مسلم ایسوسی ایشن " کی سرگرمیوں کو اپنے اخبار میں نمایاں جگہ دی اور خود بھی جماعت کی سرگرمیوں میں خوب حصہ لیا (۳۰) ۔

تقسیم بنگال کی حمایت ۔

اگرچہ ابتداء میں اخبار تقسیم بنگال کا مخالف تھا ، لیکن ۱۹۰۷ء کے بعد اخبار نے اپنی پہلی روش تبدیل کر لی اور تقسیم بنگال کو مسلمانوں کے حق میں مفید گردانتے ہوئے حکومت کے اس فیصلے کی حمایت کرنے لگا ۔ ۱۹۱۰ء میں امپیریل لیجسلیٹو کونسل میں بوپندر ناتھ باسو ، دادا بھائی اور سوباراؤ نے تقسیم بنگال کی منسوخی پر زور دیا ۔ ہندوؤں کے اس طرز فکر پر نکتہ چینی کرتے ہوئے اخبار نے لکھا کہ بظاہر ان کا مدعا یہ ہے کہ مسلمان جن کی تعداد مشرقی

بنگال میں دو تہائی ہے اور جن کو تقسیم سے قدرتی طور پر نفع پہنچا ہے اس نفع سے انہیں محروم کر کے ان پر ہندوؤں کو غلبہ دلانا ہے۔ لیکن مسلمانوں کو گورنمنٹ کی دور اندیشی اور حق پسندی سے کامل امید ہے کہ ایک تہائی شہ زور ہندوؤں کے مقابلے میں دو تہائی بے کس و لاچار مسلمانوں کے حقوق کا ضرور خیال رکھے گی اور تقسیم بنگال کو ہرگز منسوخ نہیں کرے گی۔ دسمبر ۱۹۱۱ء میں جب حکومت نے اپنی " دور اندیشی " اور " حق پسندی "کو نظر انداز کرتے ہوئے تقسیم کو منسوخ کر دیا تو " پیسہ اخبار " نے اس فیصلے پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ اس نے اپنے اداریوں اور کالموں میں دوسرے لوگوں کے جذبات کو تومن و عن شائع کیا لیکن اپنے طور پر اس فیصلے کے خلاف محتاط الفاظ استعمال کئے۔ جن میں رنج و غم اور مسلمانوں کی بے دلی کے جذبات نمایاں تھے۔

ترکوں کی امداد

دنیائے اسلام کے مسائل بالخصوص ترکی کے مسائل سے محبوب عالم کو ہمیشہ دلچسپی رہی۔ ۱۸۹۷ء میں ترکی اور یونان کے درمیان جنگ چھڑی تو اس وقت بھی مسلمانان ہند کی ہمدردیاں خلیفۃ المسلمین کے ساتھ تھیں۔ " سلطان المعظم کی امداد کا مسئلہ "کے زیر عنوان محبوب عالم نے ایک اداریہ میں لکھا کہ ہر چند ضرورت اس امر کی سخت رہی ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں سے ان کی ترکی کے ہم مذہب مظلوم بھائیوں اور کریٹ کی بیواؤں اور یتیموں کی مدد کے لئے چندے کی اپیل کی جائے لیکن آج تک مجھے اسی بات نے ایسا کرنے سے روکے رکھا ہے کہ ہندوستان میں قحط اور وباء نے لوگوں کا بہت ناک میں دم کر رکھا ہے جب یہ لوگ کسی قدر ان تکلیفوں سے رہا ہوں گے تو اس ضرورت کی جانب بھی انہیں متوجہ کیا جائے گا۔ چنانچہ اب جب کہ ترکی رعایا کے ایک حصہ خصوصا کریٹ کی مصیبت کا پیالہ لبریز ہو چکا ہے اور چند ماہ کے عرصہ میں وہاں لاکھوں عورتیں بیوہ ہو گئیں، بچے یتیم ہو گئے اور خانماں برباد ہو گئے، صرف اس تصور پر کہ وہ مسلمان تھے، تو نامناسب نہ ہو گا کہ ان کی امداد اور زخمیوں کی مداوات کے واسطے ہندوستان کے وہ مسلمان جو کافی استطاعت رکھتے ہیں، تھوڑا تھوڑا چندہ جمع کر کے بھیج دیں۔ جیسا کہ میرے ایک نامہ نگار نے کل کے اخبار میں صلاح دی تھی کہ اگر ہم لوگ ایک روز ایک وقت کھانا نہیں کھائیں گے اور اس کی قیمت بطور چندہ کے ان مظلوموں کی مدد کے لئے بھیجیں گے تو کیا

ہم اور ہمارے بچے بھوکے مر جائیں گے۔ اب ہندوستان کے بعض صوبہ جات میں فصل کی وجہ سے غلہ بھی ارزاں ہو گیا ہے۔ اسلئے میں اپنے تمام ناظرین سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ تمام لوگ جو قحط کی مصیبت میں مبتلا نہیں یا جنہیں خدا نے کافی کشائش رزق بخش رکھی ہے اپنے کنبے کے کھانے کے ایک وقت کا خرچ ترک بیواؤں، یتیموں اور زخمیوں کی مدد کے لئے میرے پاس بھیج دیں۔ میں اسے انشاءاللہ مقام مقصود پر پہنچا دوں گا (۳۱)۔ خود محبوب عالم نے اس موقع پر ایک کتاب " ذکر المعظم یعنی تذکرہ حضرت سلطان معظم خاقان روم سلطان عبدالمجید ثانی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ " مرتب کی اور یہ اعلان کیا کہ " جسقدر کتابیں آج سے تین ماہ کے اندر فروخت ہو جائیں گی ان کی قیمت بلا لاگت وضع کئے ترک بیواگان و یتیمان کریٹ کی مدد کے چندہ میں دے دی جانے گی " (۳۲)۔

۱۹۱۳ء میں محبوب عالم نے سلطان ترکی سے ملاقات کی۔ اس موقع پر جو خبر " پیسہ اخبار " میں شائع ہوئی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں سلطان سے کس قدر محبت و عقیدت تھی۔ خبر کا عنوان تھا " حضور سلطانی میں مولوی محبوب عالم کو شرف باریابی "۔ ہز امپیریل میجسٹی سلطان البحرین والبرین خادم حرمین شریفین امیر " المومنین جلالت ماب " سلطان محمد خان خامس فرمان روائے سلطان عثمانیہ جو ساری اسلامی دنیا کی امیدگاہ اور مسلمانان عالم کی پشت و پناہ میں (۳۳) ۱۹۱۱ء-۱۹۱۲ء میں طرابلس اور بلقانی جنگوں کے موقع پر ترکوں کے ساتھ ہندوستانی مسلمانوں کے جذبات کی عکاسی کے لیے " پیسہ اخبار " کے صفحات ہمیشہ گواہ رہیں گے

تحریک خلافت

تحریک خلافت کے بارے میں " پیسہ اخبار " کا رویہ خاصی دلچسپ صورتحال پیش کرتا ہے۔ جیساکہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ محبوب عالم کو ترکی اور خلیفۃ المسلمین سے گہری عقیدت اور محبت تھی، لیکن اب برطانوی حکومت سے وفاداری بھی ان کی حکمت عملی کا جزو لاینفک بن چکی تھی۔ چنانچہ جب ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم اول کے آغاز پر ترکی نے جرمنی کا ساتھ دینے کا اعلان کیا تو اخبار ایک عجیب کشمکش کا شکار ہو گیا۔ ایک اداریہ سے اس کشمکش کی

عکاسی ہوتی ہے۔ اخبار نے لکھا ہے کہ،

چند روز پیشتر جب کہ بحیرہ اسود میں ترکی بیڑہ کی روسی بیڑہ سے مڈبھیڑ کی خبر رائٹر نے سنائی تھی تو بہت سے لوگوں کو اندیشہ پیدا ہوگیا تھا کہ گویا ترکی بھی میدان جنگ میں کود پڑا۔ مگر "پیسہ اخبار" نے اس خیال کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ چنانچہ شکر ہے کہ اب تک کے تمام اندیشے بے بنیاد ثابت ہوئے (۳۴)۔

جب ترکی نے باضابطہ طور پر جنگ میں شمولیت کا اعلان کردیا تو اخبار نے "ایسے نازک وقت میں مسلمانان ہند کا کیا فرض ہے" کے زیر عنوان لکھا کہ "ہر چند کہ ترکی کو انگلستان اور اس کے حلیفوں سے آمادہ پیکار دیکھنا مسلمانان ہند کے لیے نہایت صدمہ اور قلق کا موجب ہے لیکن اگر تقدیر میں یہی لکھا ہے تو ہو کر رہے گا۔ مگر ہندوستان میں ایسے مسلمان شاذ و نادر ملیں گے جو اس صدمہ کی مصیبت نہ معلوم کرتے ہوں۔ لیکن ساتھ ہی مسلمانان ہندوستان کی دانشمندی، دور اندیشی، روشن ضمیری اور صحیح تدبر کی ان کے مخالف بھی تعریف کرنے کے سوا نہیں رہ سکتے کہ انہوں نے اس وسیع براعظم کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس صدمہ کو نہایت فراخ حوصلگی اور صبر سے برداشت کیا ہے اور سب نے نہایت استقلال کے ساتھ اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ ایسے نازک وقت میں ان سب کا فرض ہے کہ بطور ایک قوم کے اپنی پوری طاقت اور امکان سے گورنمنٹ انگریزی کی مدد کریں گے اور قطعاً کوئی ایسی بات زبان پر نہیں لائیں گے کہ جس سے گورنمنٹ کو ذرا بھی پریشانی ہو۔" (۳۵) اور جب جنگ میں ترکی اور جرمنی کو شکست کا سامنا کرنا پڑا تو محبوب عالم نے ۳۰ نومبر ۱۹۱۹ء کو لاہور کے موچی دروازہ میں ایک جلسہ میں قرارداد پیش کی کہ چونکہ وزیراعظم اور بعض مدبرین برطانیہ کی تقریروں سے پایا جاتا ہے کہ سلطنت عثمانیہ کے ساتھ ایسی شرائط پر صلح کی جاتی ہے جو وزیراعظم کے سابقہ مواعید اور پریذیڈنٹ ولسن کے اصولوں کے خلاف ہیں اور جس سے خلیفۃ المسلمین اور سلطنت عثمانیہ کو کمزور اور پامال کرنا مقصود ہے۔ اس لئے مسلمانان لاہور اس جلسے میں اعلان کرتے ہیں کہ جب تک سلطنت عثمانیہ کے ساتھ قابل اطمینان صلح نہ ہو جائے۔ قومی و مذہبی غم و اندوہ کی حالت میں جشن صلح میں کوئی حصہ نہ لے۔ اسی جلسہ میں "لاہور خلافت کمیٹی" قائم ہوئی۔ محبوب عالم بھی اس کمیٹی کے ممبر منتخب ہوئے (۳۶)۔

تحریک خلافت کے دوران "پیسہ اخبار" نے اپنی بین بین اور محتاط حکمت عملی کو جاری رکھا۔ ایک اداریہ "کیا مسئلہ خلافت انتہا پسندی کا نام ہے" کے زیر عنوان اخبار نے لکھا "مسئلہ خلافت انتہا پسندوں کا کام نہیں بلکہ سید امیر علی، آغا خان اور عباس علی بیگ جیسے سنجیدہ، متین اور معقول مسلمان بھی اس میں شامل رہے"۔ اداریئے کے آخر میں لکھا

مسلمانان ہند، سلطنت کے نہایت وفادار اور تابعدار قانون قوم ہے۔ وہ ہرگز فساد نہیں کریں گے بلکہ صرف کانسٹی ٹیوشنل طور پر اپنے منشاء کے اظہار کے لیے اور مذہبی ضیانت کی خاطر اس مسئلہ پر زور دیں گے۔ مسلمانوں کے مذہب میں پر امن حکومت سے بغاوت کرنا اور فساد مچانا سخت گناہ کی بات ہے۔ لیکن اب جب کہ قوم نے باتفاق اس ضرورت کا احساس کیا ہے تو کس طرح ہوسکتا ہے کہ انگریز مضمون نگار کے "انتہا پسند" کا الزام لگانے سے وہ سچی بات کو ترک کر دیں (۳۷)۔

دوسری طرف جب جنگ عظیم کے بعد ترکی سے ناانصافیوں اور اس پر جبری معاہدوں کے ٹھونسنے کا سلسلہ شروع ہوا تو اخبار نے انگلستان کے وزیراعظم لائیڈ جارج پر ایک زبردست تنقیدی اداریہ لکھا۔ اخبار نے "گلیڈ سٹون ثانی کی صلح سازی۔ ترکوں کے ساتھ اب بھی انصاف نہیں کیا گیا" کے زیر عنوان ایک اداریہ میں لکھا کہ

لائیڈ جارج وزیراعظم نے اپنی تقریر میں یہ بھی اعلان کیا کہ عیسائیوں کی حفاظت کی جس پالیسی کو گلیڈ سٹون نے اختیار کیا تھا اس کا حلقہ بگوش ہوں۔ مسٹر لائیڈ جارج کے اس اقبال سے کسی کو یہ جاننے میں ذرا برابر بھی شک نہیں رہتا کہ آپ پرلے درجے کے متعصب ہیں اور ترکوں کے ساتھ تعصب پرستی میں مشہور زمانہ ہیں۔ ترکوں کے ساتھ جس رنگ ڈھنگ سے اور جس دھمکی سے صلح کرائی گئی اس کے باعث ہمیں تو کیا کسی بھی حق پسند کو یہ ماننے میں شک باقی نہیں تھا کہ ترکوں کے ساتھ باوجود ان کی فتح عظیم کے اب تک خالص انصاف ادا نہیں کیا گیا اور یہ محض لارڈ جارجیت کی ترک آزاری کا صریح نتیجہ ہے (۳۸)۔

۱۹۲۴ء میں جب کمال اتاترک نے خلافت کو ختم کر کے جمہوریت کی بنیاد ڈالی تو "پیسہ اخبار" نے اتاترک پر کڑی نکتہ چینی کرتے ہوئے ایک اداریہ میں لکھا "جب کہ کمالی ترکوں نے عالم اسلام میں یہ بم کا گولہ پھینکا تھا کہ وہ

خلافت جو تیرہ سو سال سے زیادہ عرصہ سے چلی آتی ہے اور جو پانچ سو سال سے سلاطین آل عثمانی کے ہاتھوں میں بھی رہی ہے انگریزوں کی مجلس ملی اسے ترکی سے منسوخ کر دیتی ہے اور ساتھ ہی پولیس کی مدد سے عالم اسلام کے مسلمہ خلیفہ کو ایسی بے حرمتی سے استنبول سے نکال دیا کہ جیسے صرف مرکز خلافت ہونے کی وجہ سے دارالسعادت کے نام سے بھی تاریخ میں موسوم کیا گیا ہے۔ مصطفیٰ کمال پاشا اور ان کے رفقاء نے اسمبلی سے سلطان عبدالمجید خان کے خارج البلد کرنے کا ایسا قبیح طریقہ اختیار کیا جیسا کہ دشمن کی نسبت بھی کرنا مستحسن نہیں سمجھا جاتا اور اب بھی ایک دوست سے کہ جس کے قسطنطنیہ میں تعلقات ہیں معلوم ہوا ہے کہ سوئٹزر لینڈ میں اس گروہ کی طرف سے خلیفہ کو خفیف کرنے اور بدنام کرنے کی تدابیر اختیار کی جارہی ہیں۔ اداریہ میں امید ظاہر کی گئی کہ کمال پاشا اور ان کے ہم خیال لوگوں کی طاقت کافور ہو جائے گی، تب وہ لوگ ممکن ہے خلیفہ کو واپس بلا لیں یا خاندان شاہی کسی اور رکن کو خلیفہ منتخب کر لے (۳۹)۔

اگرچہ "پیسہ اخبار" تحریک ہجرت کا مخالف تھا لیکن اس کے صفحات پر اس تحریک سے متعلق بے شمار مواد بکھرا پڑا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جب حکومت سرحد نے تحریک ہجرت کے ایک بہت بڑے داعی، جان محمد جونیجو کا اپنی حدود میں داخلہ ممنوع قرار دیا تو اخبار نے حکومت کے اس فیصلے پر نکتہ چینی کی۔ اخبار نے مسلمانوں کو افغانستان کی بجائے امریکہ اور جاپان ہجرت کرنے کی طرف توجہ دلائی تاکہ ان ممالک میں آباد ہو کر مسلمان اپنی اقتصادی حالت بہتر بنا سکیں (۴۰)۔ تحریک عدم تعاون کے بارے میں اخبار کی رائے تھی کہ حالات کے اعتبار سے یہ تحریک ملک کے لیے مفید نہیں اور یہ کہ وہ انسانی فطرت کے برعکس ہے۔ جن اخبارات نے حکومت کو رائے دی ہے کہ وہ عدم تعاون کو دبانے کی پالیسی کو مستعدی سے جاری رکھیں، یہ ان کا اپنا خیال ہے۔ ہم بھی اس کے حامی رہے ہیں کہ عدم تعاون کو دبایا جائے۔ لیکن حکومت کی طاقت سے نہیں بلکہ خود عوام الناس کی طاقت کے وسیلے سے۔ ہم نے بارہا یہ رائے ظاہر کی کہ اگر حکومت عدم تعاون کو کچلنے کے لیے اپنا ڈنڈا اٹھائے گی تو تحریک دبنے کی جگہ زیادہ سرکشی کرے گی (۴۱)۔

چند روز بعد عدم تعاون کے بارے میں ایک اداریہ میں اخبار نے لکھا کہ
عدم تعاون نے جو جذبہ ملک میں پیدا کیا ہے اس کا دبانا کارے دارد۔ ایسے

آسانی سے نہیں دبایا جا سکتا اور جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اس کا خاتمہ ہو چکا ہے، وہ غلطی پر ہیں۔ اس کو نیست و نابود کرنے کے لیے ایک مسلسل سرگرم کوشش کی ضرورت ہے۔ عدم تعاون کے بارے میں ایماندارانہ رائے یہ ہے کہ اس سے ملک میں عام سیاسی بیداری ہوگئی اور اس بیداری کو سیدھے راستے پر لگائے رکھنے کی ضرورت ہے۔ ورنہ یقینی ہے کہ یہ بیداری ملک کے لیے مفید ہونے کی جگہ نقصان دہ ثابت ہوگی (۴۲)۔

اس تحریک کے دوران ہندوستانی بدیشی کپڑے نذر آتش کر دیتے تھے۔ اس بارے میں اخبار کا مسلمانوں کو یہ مشورہ تھا کہ وہ کپڑے نذر آتش کرنے کی بجائے ترکی بھیج دیں۔

حکومت نوازی

اخبار کی حکمت عملی کا ایک نمایاں پہلو اسکی بے پناہ "برطانیہ نوازی" تھی۔ یہاں تک کہ اس معاملے میں اس پر شاہ سے زیادہ شاہ پرست والی مثل بھی پھبتی نظر آتی ہے۔ ۱۹۱۰ء میں ڈسٹرکٹ مسلم لیگ بریلی نے ایک تجویز پیش کی کہ لیگ ایک مسلمان واعظ مقرر کرے، جس کا کام لوگوں میں تاج برطانیہ کی خیر خواہی کا وعظ کرنا ہو۔ اس تجویز پر تبصرہ کرتے ہوئے اخبار نے لکھا کہ "یہ تجویز سب سے بہتر معلوم ہوتی ہے، میں لیگ کو اس تجویز پر مبارکباد دیتا ہوں اور دوسری لیگوں کو اس کی تقلید کی طرف مائل کرتا ہوں" (۴۳)۔ ۱۹۱۱ء میں وائسرائے ہند پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ اس موقع پر ایک اداریہ "حضور ممدوح کے زخموں کی کیفیت" کے زیر عنوان اخبار نے لکھا کہ

> ملک کے ہر گوشہ میں اس ظالم، قسی القلب پر لعنت و پھٹکار کی صدائیں اٹھ رہی ہیں۔ جس نے حضور وائسرائے بہادر پر اپنے نزدیک جان ستان، حملہ کیا تھا۔ ایسے پاجیانہ فعل کی نسبت تمام ہندوستان میں جوش پھیلا ہوا ہے اور گڑگڑا کر دعائیں مانگی جا رہی ہیں کہ خداوند انہیں شفائے عاجلہ عطا فرمائے (۴۴)۔

ایڈورڈ ہفتم کے مرنے پر مسلسل کئی ماہ تک پورا اخبار تعزیتی جلسوں اور قراردادوں کی رپورٹنگ سے بھرا ہوتا تھا۔ ۱۹۱۷ء میں ملکہ میریؔ کی ایک تصویر پورے صفحہ پر شائع ہوئی جس کے نیچے درج شدہ القاب ملاحظہ ہوں "شبیہ مبارک جناب ملکہ معظمہ دام اقبالہا"۔ ہندوستانیوں کو برطانوی حکومت کی

وفاداری سکھانے کے لیے ایک اداریہ "کتے سے وفاداری سیکھو" کے زیر عنوان لکھا کہ

ملک معظم ایڈورڈ کا کتا ہمیشہ آپ کی خدمت میں رہتا تھا۔ اسکی حالت سے معلوم ہوتا تھا کہ اس کو بادشاہ کی وفات کا علم ہو گیا ہے ۔۔۔ بادشاہ کے انتقال پر وہ پریشانی کی حالت میں مختلف کمروں میں دوڑتا پھرتا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے آقا کو تلاش کر رہا ہے۔ اس سے ان لوگوں کو سبق سیکھنا چاہیے جو سلطنت برطانیہ کی بدخواہی کا ارادہ رکھتے ہیں۔

۱۹۱۰ء میں انگلستان میں مقیم کچھ ہندوستانیوں نے "یوم جنگ آزادی" کا جشن منایا۔ اس واقعہ پر "پیسہ اخبار" بہت سیخ پا ہوا اور اس نے "یہ ناپاک کوشش ہے" کے تحت ایک اداریہ میں لکھا کہ

سلطنت برطانیہ کے بدخواہ مفسدہ پرداز اب تک باز نہیں آئے۔ ملک معظم کی وفات پر جب کہ مرحوم کا ماتم چہار دانگ عالم میں منایا جا رہا تھا، چند شریرالنفس لوگوں نے لندن میں چپکے چپکے "غدر ۱۸۵۷ء" کا جشن منایا اور خفیہ طور پر ایک پمفلٹ شائع کیا کہ غدر کے بانیوں میں سے کنور سنگھ نے جس کام کی ابتداء کی تھی اب اس کو انجام دے دیا جائے اور لوگوں کے دلوں سے یہ خیال خام دور کر دیا جائے کہ برٹش گورنمنٹ لازوال ہے۔ مجھے امید ہے کہ ہر وفادار شہری کو اس خبر سے سخت افسوس ہوا ہو گا اور وہ اس جشن اور پمفلٹ کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے گا۔ میری رائے میں ان شریروں کو انگلستان میں اپنی ناپاک خواہشوں کی تکمیل کا موقع مل سکتا ہے اسلیے ان کی زیادہ دیکھ بھال کرائی جائے، کیونکہ جو تحریک برطانیہ سے خود برطانیہ کے خلاف شروع ہو گی اس کا اہل ہند پر اثر واقعی اور برا ہو گا، اس لیے وہاں شورہ پشتوں کا حوصلہ تنگ کیا جائے۔

حکومت پر تنقید

"پیسہ اخبار" کی حکمت عملی کا یہ ایک رخ تھا۔ اب دوسرا رخ بھی ملاحظہ ہو کہ اس دور میں جب کہ برطانوی سامراج اپنے شباب پر تھا، اخبار نے حکومت کے مختلف اقدامات پر اس انداز میں نکتہ چینی کی کہ جس کو پڑھ کر اس کے مدیر کی جرأت کو خراج تحسین پیش کئے بغیر نہیں رہا جا سکتا۔

۱۸۹۷ء میں "اخراجات ہند کا مسئلہ" کے زیر عنوان اخبار نے حکومت پر

کڑی نکتہ چینی کرتے ہوئے لکھا کہ

ہندوستان روز بروز مفلوک الحال ہوتا جاتا ہے اور جو دولت اس کے جفاکش باشندوں نے سینکڑوں ہزاروں برس کی محنت شاقہ سے فراہم کر رکھی تھی اب انگلستان کا اعتبار دنیا میں بڑھانے اور انگریزوں کے لیے سامان آسائش مہیا کرنے کے باعث ہو رہی ہے ۔ حکام عالی مقام نے ہندوستان کو یہاں کے متبرک جانور گائے سے مشابہ قرار دیا ہے ، جسے زندہ رکھنے کے لیے گھاس پھوس کھلا دیا اور دودھ لے لیا ۔ مگر کاش کہ وہ یہ بھی سمجھتے کہ خالی گھاس پھوس سے گائے زندہ تو رہتی ہے مگر کمزور و اور لاغر ہو جاتی ہے ۔ انہوں نے ہندوستان کو ایک ایسی کان طلا قرار دے رکھا ہے ، جس کی برآورد میں تخفیف یا تنزل نہیں ہو سکتا ، بلکہ جس قدر اس میں سے زیادہ نکالا جانے گا زیادہ پیدا ہوگا ۔ ضرور یہی خیال ان کے دلوں میں جاگزیں ہے ۔ ورنہ خزانہ ہند پر اخراجات کثیرہ کا بار ڈالتے وقت ذرا تو وہ سوچنے کی اپنے دماغ کو تکلیف دیتے کہ یہ بے چارہ اسے سہار بھی دے سکے گا یا نہیں ۔ ہندوستان کے کروڑوں فاقہ کشوں کا خون پانی ایک کر کے کمایا ہوا روپیہ بیسیوں ایسے معاملات میں اڑا دیا جاتا ہے جس کو فوائد ہند سے ذرا علاقہ نہیں ۔ مصر میں درویشوں سے جنگ ہو ، ہندوستان سے فوج جائے ، خرچہ اس بدنصیب کے سر پڑے ۔ شہزادہ نصراللہ خان علیا حضرت ملکہ معظمہ کے انگلستان میں مہمان رہیں ، ہندوستان اخراجات مہمان داری ادا کرے ۔ سواحل خلیج فارس کی حفاظت کے لیے ہندوستان سے روپیہ لیا جائے ۔ مقامات بعیدہ پر بحری قلعے یہاں کے روپے سے تیار کئے جائیں ۔ سلسلہ تار برقی تو زنجبار اور ماریشس کے مابین قائم ہو مگر خرچ ہندوستان کی مفلوک الحال رعایا سے وصول کیا جائے ۔ ہندوستانی چاہے فاقوں کے مارے مر جائیں مگر اس قسم کے اخراجات کا بار ضرور اٹھائیں ۔ ہندوستانی بیوقوف ہیں مگر ان میں سے جتنوں کو خاص سرکار انگریز نے تعلیم دے کر عقلمند بنا دیا ہے وہ بخوبی سمجھتے ہیں کہ کس طرح مختلف بہانوں سے ہندوستان کا خون چوسا جاتا ہے ، کن کن طریقوں سے یورپینوں کو فائدہ پہنچانے میں ان کے حقوق پامال کئے جاتے ہیں ۔ ہندوستان میں قریبا دو لاکھ ہندوستانی اور ستر ہزار گورہ فوج ہے ، مگر اس ستر ہزار گورہ فوج کا خرچ دو لاکھ

ہندوستانی سپاہ سے کئی درجے بڑھا ہوا ہے۔ صرف ان کے مذہبی عقائد درست کرنے کی خاطر کئی لاکھ روپیہ سالانہ صرف کیا جاتا ہے۔ کیا یہ صریح دین عیسوی کی حمایت نہیں ہے؟ یہ کہاں کا انصاف ہے۔ کیا گورے مذہبی عقائد میں ہندوستانیوں سے زیادہ پختہ ہوتے ہیں۔ ان کی پختگی تو اس سے ظاہر ہے کہ قریباً چالیس فیصد سوزاک، آتشک جیسے ناپاک امراض میں مبتلا ہیں۔ اور اگر خیر پختہ بھی سہی تو کیا وجہ ہے کہ ان کے مذہبی عقائد کی پختگی پر کئی لاکھ روپے مفلوک الحال خزانہ ہند سے خرچ کئے جائیں (۴۵)۔

۱۸۹۷ء میں ہندوستان میں ایک زبردست قحط رونما ہوا چنانچہ ہندوستانیوں کی مالی امداد کے سلسلے میں دادا بھائی نوروجی کی زیر صدارت ایک جلسہ لندن میں منعقد ہوا۔ جلسہ میں ایک قرارداد پیش کی گئی کہ لندن کے لارڈ میئر سے درخواست کی جائے کہ وہ قحط سے متاثرہ لوگوں کی امداد کے لیے چندہ جمع کرنے کی مہم شروع کریں۔ اس قرارداد کے آخر میں انتظام قحط کے سلسلے میں حکومت ہند کا شکریہ ادا کرنے کی بھی تجویز پیش کی گئی۔ محمد عمر نامی ایک شخص نے قرارداد کے اس حصے کی مخالفت کی اور یہ ترمیم پیش کی کہ گورنمنٹ ہند ہرگز کسی شکریہ کی مستحق نہیں۔ یہ ترمیم منظور کر لی گئی۔ اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے الہ آباد کے اخبار "پائنیر" نے ان لوگوں کو ہندوستانیوں کا نمائندہ ماننے سے انکار کر دیا اور قرارداد میں پیش کی گئی ترمیم پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا۔ "کیا گورنمنٹ شکریہ کی مستحق ہے" کے زیر عنوان "پیسہ اخبار" نے ایک اداریہ میں حکومت ہند اور "پائنیر" پر سخت الفاظ میں تنقید کی۔ اخبار نے لکھا کہ "پائنیر" اہل ہند مقیم لندن کی اس حرکت پر اس قدر ناراض ہوا ہے کہ وہ انہیں سرے سے اہل ہند کا قائم مقام ہی نہیں قبولتا۔ فرض کیا کہ وہ ہندوستانی اہل ہند کے قائم مقام نہیں لیکن اس میں تو کلام نہیں کہ وہ خود ہندوستانی ہیں اور ہندوستانیوں کے سود و بہبود اور منفعت و زیاں سے جیسی ہمدردی انہیں ہے "پائنیر" کو نہیں ہو سکتی۔ ہندوستان کے قحط کی نسبت اگر انہوں نے چندہ جمع کرنے کی تحریک کی تو اس میں انہوں نے اپنے اہل ملک کی قائم مقامی کا نہایت عمدگی سے حق ادا کیا۔ انہوں نے ایک ایسی بات کو اٹھایا ہے کہ جس سے ہندوستان کے اٹھائیس کروڑ سے زائد باشندوں میں سوائے وائسرائے بہادر یا ان کے مشیروں کے کسی اور کو اختلاف نہ ہوگا۔ لیکن یہ

چندے کی تحریک وہ بات نہیں کہ جس نے الہ آباد کے اخبار کو جامے سے باہر کردیا ہے، بلکہ اس کے غیض و غضب کا شیشہ اس لیے الٹ گیا ہے کہ اس جلسے میں گورنمنٹ ہند کے شکریہ کی تجویز عمداً بلکہ ارادتاً نامنظور کی گئی۔ اسلئے دیکھنا چاہیے کہ اس بارے میں وہ لوگ کس حد تک قصوروار ہیں۔

میرے خیال میں دراصل پہلی غلطی جہاں پیدا ہوئی کہ ریزولوشن میں پہلے پہل ایک غیر ضروری یا مختلف فیہ معاملہ یعنی گورنمنٹ ہند کا شکریہ متعلق انتظام قحط داخل کیا گیا۔ آج اس بارے میں تمام ہندوستان کے سرکاری یا غیر سرکاری اہل الرائے متفق ہیں کہ قحط نہایت خوفناک اور مصیبت بہت مہیب ہے اور نہ صرف کہ قحط کی شدت اندیشناک ہے بلکہ اس کی وسعت اور بھی سہمگین ہے اور اس امر کو حضور وائسرائے بہادر نے بھی اس تار برقی میں بذریعہ اعداد کے نہایت ہی واضح کردیا ہے۔ اگرچہ اس سے ایک دو ماہ پیشتر بھی جب کہ حضور وائسرائے، شملہ کی پر فضا پہاڑیوں کی سیر سے فارغ ہوئے تھے یا جب کہ ہندوستان کے اول درجہ کے والیان ریاست کی پر تکلف ضیافتیں چکھ رہے تھے قحط کی شدت اور وسعت قریب قریب ایسی ہی تھی۔ مگر وہ خود اور ان کے لاہور کے نائب اس شدت کے تسلیم کرنے میں متامل تھے۔ یہی وہ وقت تھا جب کہ گورنمنٹ ہند کے ادنیٰ پیمانے کی مدد سے مایوس ہوکر ان ہندوستانیوں نے لندن میں استمداد کے لیے جلسہ کیا۔ یہی وہ وقت تھا جب کہ روس میں ہندوستان کے قحط زدگان کے لیے چندہ جمع ہو رہا تھا، مگر گورنمنٹ ہند کہتی تھی کہ ہندوستان میں اس چندے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر ایسے وقت میں جب کہ ہر شخص متفق تھا کہ گورنمنٹ ہند اس بارے میں اپنا فرض پورے طور پر ادا نہیں کرتی، اہل ہند مقیم لندن نے گورنمنٹ ہند کو خدمات قحط کے لیے قابل خاص شکریہ کے نہ سمجھا تو کوئی قابل شکایت بات نہیں ہے۔ خصوصاً اس صورت میں کہ وہی گورنمنٹ جو دو ہفتے پیشتر صاحب سیکرٹری آف سٹیٹ ہند کو بتلاتی تھی کہ ہنوز قحط ایسا شدید نہیں کہ انگلستان سے چندہ طلب کیا جائے۔ صرف دو ہفتے بعد قحط کی ایسی خوفناک تصویر بنا کر دکھلاتی ہے کہ چندے کی ضرورت کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کیا ان اہل ہند کو اپنی یہ ناراضگی ظاہر کرنے کا حق نہیں تھا (۴۶)۔

اخبار کی طرف سے حکومت ہند پر اس انداز میں نکتہ چینی صرف ۱۸۹۷ء تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ یہ سلسلہ آخر تک جاری رہا۔ ۱۹۱۲ء میں انبالہ کے

سیشن جج کرنل بیڈن کو پنجاب چیف کورٹ کا جج مقرر کیا گیا۔ ” پیسہ اخبار “ نے حکومت کے اس فیصلہ کو کڑی تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے لکھا کہ ” ممکن ہے کرنل بیڈن ججی کے اہل ہوں لیکن آپ کے تقرر سے عدالت عالیہ میں فوجی اصحاب کے داخلہ کی جو نظیر قائم ہوئی ہے رعایا میں ہرگز طمانیت و پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھی جا سکتی “ (۴۷)۔ ۱۹۲۰ء میں حکومت ہند نے گندم برآمد کرنے کا فیصلہ کیا۔ اخبار نے اس فیصلے کو ” خلاف مصلحت اور غیر منصفانہ فیصلہ “ قرار دیا اور امید ظاہر کی کہ ” اہل ملک گورنمنٹ کے اس نہایت نامناسب فیصلے کے خلاف یک زبان ہو کر صدائے ناراضگی بلند کریں گے (۴۸)۔ ۱۹۱۴ء میں اخبار نے ہندوستان کے فوجی بجٹ پر نکتہ چینی کرتے ہوئے لکھا کہ لارڈ کچنر نے اپنی آٹوکریٹک سپرٹ (Spirit) میں فوجی اخراجات کا ڈیفنس پیش کرنے کے طریقہ کو اڑا دیا اور پہلے سے زیادہ روپیہ فوجی اخراجات کے لیے لینے پر جب آنریبل مسٹر گھوکھلے کی طرف سے کونسل میں زبردست اعتراض ہوئے تو لارڈ ممدوح صرف مسکرا دیے۔ اخبار نے بجٹ کو ” محبان وطن کے لیے نہایت مایوس انگیز “ بتاتے ہوئے ممبران کونسل کی توجہ دلائی کہ ” بہت سی مدات فوجی بجٹ میں قابل التواء موجود ہوں گی، جن پر غیر سرکاری اراکین کو اپنی تقاریر میں توجہ دلانی چاہیے اور اپنی تمام تر طاقت فوجی تخمینہ جات کے اضافہ کو روکنے میں صرف کرنی چاہیے (۴۹)۔ اخبار نے ۱۹۲۲ء میں دوبارہ فوجی اخراجات میں تخفیف کا مطالبہ کرتے ہوئے بیباکانہ طور پر لکھا کہ فوجی اخراجات جسقدر زیادہ ہیں ان کی حقیقت کسی مزید تشریح کی محتاج نہیں۔ اس میں کلام نہیں کہ یہ اخراجات اس قدر بڑھے ہوئے ہیں کہ جن کے باعث ہندوستان کی تقریبا نصف آمدنی فوج کی نذر ہو جاتی ہے اور تعلیم، حفظ صحت اور دیگر تجاویز جو ہندوستانیوں کی بہتری سے گہرا تعلق رکھتی ہیں ان کے عملی صورت میں لانے کے لئے گورنمنٹ روپیہ مناسب مقدار میں بہم نہیں پہنچا سکتی (۵۰)۔

ہندوستانی عوام جنرل ڈائر اور گورنر سر مائیکل اڈوائر کے ہاتھوں سہی جانے والی سختیوں کو فراموش نہیں کر سکتے۔ اسی جنرل ڈائر کو جب ۱۹۲۰ء میں ہندوستانی خزانے سے پنشن دیے جانے کی تجویز سامنے آئی تو ” پیسہ اخبار “ نے اس پر کڑی نکتہ چینی کرتے ہوئے لکھا کہ

ایک طرف تو ہمارے وائسرائے بہادر کہتے ہیں کہ اہل ہند گذشتہ سال کے واقعات پنجاب جن میں المناک سانحہ جلیانوالہ باغ بھی شامل ہے کو بھول

جانبی مگر دوسری طرف خود وانسرائے کی کونسل میں ایک سوال کے جواب میں سپہ سالار افواج ہند نے بیان کیا کہ جنرل ڈائر کو ہندوستانی خزانے سے پنشن دی جائے گی ۔ افسوس کہ اس صداقت کی موجودگی میں وائسرائے ہند کس اصول پر کس انصاف سے اور کس منہ سے ہندوستانیوں سے مظالم پنجاب کو فراموش کرنے کی درخواست کر رہے ہیں اور اور یہ کہ ایسی درخواست کرنے میں کہاں تک حق بجانب ہو سکتے ہیں ۔ یہ شخص کئی سو بے گناہ ہندوستانیوں کے خون بہانے کا ذمہ دار ہے اور اسے ہندوستان کے خزانے سے پنشن دینا اور اس پر ہندوستانیوں سے یہ کہنا کہ اس شخص کے خون ریز کارنامہ کو دل سے بھلا دیں ۔ یہ اہل ہند کی خود داری اور جذبہ قومیت کی توہین اور ان کے زخموں پر نمک پاشی ہے (۵۱) ۔

اس معاملہ پر ایک اور اداریہ میں اخبار نے لکھا کہ

کرنل ویجوڈ کے سوال کے جواب سے عیاں ہے کہ ان تینوں افسروں کو جنہوں نے ہندوستان کے ساتھ سخت جابرانہ سلوک کیا اور اہل ہند کی سخت ترین بے عزتی کی، پنشن خزانہ ہند ہی سے دی جائے گی ۔ حالانکہ انصاف کا تقاضا ہے کہ خزانہ ہند سے ان کی پنشن بند کی جائے ۔ کچھ شک نہیں کہ جب تک ان کو خزانہ ہند سے پنشن ملتی رہے گی اہل ہند کے دلوں میں ان کے ظلم و جبر کی یاد بھی تازہ رہے گی ۔ (۵۲)

۱۹۲۲ء میں لندن کے " مارننگ پوسٹ " نے پنجاب کے سابق لیفٹیننٹ گورنر جنرل سر مائیکل اوڈوائر کو ہندوستان کا گورنر جنرل بنانے کی تجویز پیش کی ۔ " پیسہ اخبار " نے اس تجویز پر کڑی نکتہ چینی کرتے ہوئے لکھا کہ

اوڈوائر کا پنجاب میں لیفٹیننٹ گورنر کی حیثیت سے عہد حکومت بدنام ہے ۔ آپ کے زمانہ میں سانحہ جلیانوالہ باغ ہوا اور پنجاب میں مارشل لاء جاری کیا گیا ۔ جس میں ہندوستانیوں کی دل آزاری اور ذلت کے علاوہ ان کو سخت ترین جبر و تشدد کا نشانہ بننا پڑا ۔ ایسے افسر کے لیے یہ مشورہ دینا کہ اسے ہندوستان کا وانسرائے بنایا جائے پرلے درجے کی حماقت اور ناعاقبت اندیشی ہے، اور اخبار " مارننگ پوسٹ " کی دماغی حالت کا پتہ دے رہی ہے ۔ یقین ہے کہ حکومت برطانیہ اس مشورہ پر التفات نہ کرے گی ۔ سر مائیکل کی حکمران کی حیثیت سے نااہلی زمانہ پر روشن ہے اس لیے " مارننگ پوسٹ " کے مشورہ پر دور اندیشوں کو ہنسی آئے بغیر نہ رہے گی اور سر مائیکل کی حالت پر یہ شعر پڑھے بغیر نہ رہیں گے ۔

تو کار زمین را نکو ساختی
که باآسمان نیز پرداختی (۵۳)

اخبار نے سول سروس کے برطانوی اراکین پر بھی نکتہ چینی کرنے سے کبھی گریز نہیں کیا۔ ۱۹۲۲ء میں "سول سروس کے اراکین" کے زیر عنوان ایک اداریہ میں اخبار نے لکھا کہ

ان کی شکایات پاؤں پھیلا رہی ہیں اور وہ تمام رعایتوں کے باوجود غیر مطمئن نظر آتے ہیں۔ ہندوستان کے یورپین اراکین سول سروس کو کوئی خاص تکلیف نہیں ہے۔ ان کو دفتری حکومت کے اقتدار کی شکل میں بڑی آسائش حاصل ہے۔ من مانی حکمرانی ان کے ہاتھوں میں ہے۔ اراکین سول سروس کی طرف سے اصلاحات میں روڑا اٹکایا گیا۔ جو بہت سے سول سروس اراکین اصلاحات کے رواج کے باعث ملازمت چھوڑنا چاہتے ہیں۔ ان کی یہ روش بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ ہندوستان کی خود اختیاری حکومت کے خلاف ہیں۔ ایسے لوگوں کے ساتھ مزید رعایت ہرگز مناسب نہیں کیونکہ وہ مراعات کے بعد بھی ہندوستان اور سلطنت برطانیہ کے لیے غیر مفید ہوں گے اس لیے ان کو ہندوستان سے رخصت کر کے ان کی آسامیاں ہندوستانیوں کو دے دی جائیں۔ اس سے یہ فائدہ ہو گا کہ ہندوستان کا عنصر اعلیٰ آسامیوں میں بڑھ جائے گا اور حکومت خود اختیاری میں ہندوستانیوں کو زیادہ حصہ مل جائے گا (۵۴)۔

سیلف گورنمنٹ کی حمایت

اپنی تمام تر "برطانیہ نوازی" کے باوجود "پیسہ اخبار" کا ایک قابل تعریف پہلو یہ تھا کہ اس نے ہندوستان کو "سیلف گورنمنٹ" دینے کے بارے میں اپنے خیالات کا برملا اظہار کیا۔ ۱۹۱۵ء میں ایک اداریہ میں ہندوستان کے لئے سیلف گورنمنٹ کی ضرورت پرزور دیتے ہوئے لکھا کہ

وہ روز ہندوستان کے لیے نہایت مبارک ہو گا کہ جس روز مثل دیگر برٹش نوآبادیوں کے ہندوستان کو بھی سیلف گورنمنٹ کا حق عطا ہو گا۔ برٹش گورنمنٹ کی انصاف پسندی سے قطعی امید ہے کہ وہ رعایت ایک نہ ایک دن ہندوستان کو ضرور حاصل ہو کر رہے گی (۵۵)

تحریک عدم تعاون کے دوران مخالفین کی طرف سے روزنامہ "پیسہ اخبار" پر یہ الزام عائد کیا گیا کہ وہ ہندوستان کے لیے سیلف گورنمنٹ کا حامی نہیں۔

اخبار نے اس الزام کی سخت ترین الفاظ میں تردید کرتے ہوئے لکھا کہ

ہندوستانی اخبارات کی یہ خواہشس نہ ہے اور نہ کبھی ہو سکتی ہے کہ ہندوستان کو سیلف گورنمنٹ نہیں ملنی چاہیے اور اگر ان میں سے کسی کی ایسی خواہش ہو تو ہو تو وہ ملک کا غدار اور سب سے بڑا دشمن ہے ۔ ہم ہمیشہ سے اس کے حامی رہے ہیں کہ ہندوستان کو حکومت خود اختیاری ملنی چاہیے اور وہ بھی جلد سے جلد ۔ عدم تعاون کے مخالف اخبارات پر یہ الزام کہ وہ سیلف گورنمنٹ کے حامی نہیں، سفید جھوٹ ہے (۵۶) ۔

لندن میں امپیریل کونسل میں جنرل سمٹس نے اپنی ایک تقریر میں کہا تھا کہ ۳۰ کروڑ ہندوستانیوں کو غلامی کے جوتے تلے رکھنا ناممکن ہوگا ۔ اخبار نے اس تقریر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ

یہ یقینی اور لازمی امر ہے کہ ہندوستان دیر سویر ایک دن ضرور خودمختاری حاصل کرے گا کیونکہ اس کے بغیر اس کے باشندوں کی بہترین خواہشات کا تکملہ ناممکن ہے ۔ جن لوگوں کو ہندوستان میں سیلف گورنمنٹ کے تجربہ میں پہلے ہی سے ناکامی نظر آتی ہے وہ یقیناً وہی بداندیش لوگ ہیں جن کو ہندوستان کی خودمختاری کا خیال بھی ایک آنکھ نہیں بھاتا ۔ (۵۷)

۱۹۲۱ء میں کلکتہ کے لارڈ بشپ نے ہندوستان کو سیلف گورنمنٹ دیئے جانے کی حمایت کی ۔ اس پر اخبار نے " ہندوستان کو سیلف گورنمنٹ کی نعمت دی جائے " کے زیر عنوان لکھا کہ

لاٹ پادری صاحب نے جن پاکیزہ اور درست خیالات کا اظہار فرمایا ہے ان پر برٹش قوم اور حکومت کو عمل کرنا چاہیے ۔ کیونکہ اب بغیر اس کے چارہ کار نہیں ہے اور جہاں تک ممکن ہو اہل ہند کو جلد سے جلد تر سیلف گورنمنٹ دے ڈالنی چاہیے (۵۸) ۔

آئرلینڈ اور انگلستان میں جو سیاسی نزاع عرصہ سے چلا آتا تھا ۱۹۲۴ء میں وہ طے ہوگیا اور آئرلینڈ کو خود مختاری حاصل ہوگئی ۔ اس موقع پر " پیسہ اخبار " نے ایک اداریہ میں ہندوستان کے لیے بھی سیلف گورنمنٹ کا مطالبہ کرتے ہوئے لکھا کہ آئرلینڈ کے علاوہ دو اور ممالک

میں جن کا برٹش حکومت سے تعلق ہے اور جن میں خودمختاری اور آزادی حاصل کرنے کے لیے جدوجہد ہو رہی ہے۔ ان میں سے ایک مصر اور دوسرا بد نصیب ہندوستان ہے جو برطانیہ کے زیر نگیں ہے۔ مصر میں جو جدوجہد حصول آزادی کے لیے ہو رہی ہے، وہ تقریبا ویسی ہی ہے جیسی کہ آئر لینڈ والوں کی تھی۔ وہاں بھی بہت کچھ کشت و خون ہوچکا ہے۔ لیکن ہندوستان کا ایجی ٹیشن اب تک پر امن رہا ہے۔ کیونکہ ہندوستان والوں کے پاس اپنی پریس ہے نہ فوج۔ ہندوستان والوں کی آزادی کی جنگ ان طریقوں سے بالکل معرا ہے۔ جہاں آئر لینڈ اور مصر میں تشدد کے طریقوں سے کام لیا گیا وہاں ہندوستانی عدم تشدد کے طریقوں سے جنگ کر رہے ہیں اور ہندوستان کے لیے انہی طریقوں کا استعمال موزوں ہے۔ آئر لینڈ کی آزادی کا مصر اور ہندوستان کی آزادی کے سوال پر یقینا اچھا اثر پڑے گا اوران کا مطالبہ آزادی زیادہ تقویت حاصل کرے گا۔ چونکہ ہندوستان آئر لینڈ والوں کے مطالبہ کی زبردست طریقہ میں تائید کرتا رہا ہے اس لئے اب اہل آئر لینڈ کی باری ہے کہ ہندوستان کے مطالبہ کی تائید کریں ہندوستان کو جیسا کہ ہر ہندوستانی دل سے یقین رکھتا ہے جائز آزادی اور خودمختاری حاصل ہوگی اور ایک زمانہ جو دور نہیں ہے آنے کا جب کہ برطانیہ کو سوراج دینے پر مجبور ہونا پڑے گا(۵۹)۔

"پیسہ اخبار" کے مندرجہ بالا اداریوں سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس اخبار نے ہندوستان اور ہندوستانی مسلمانوں کے مطالبات اور معاملات پر لکھنے میں اگر مگر سے کام نہیں لیا بلکہ وہ صاف صاف الفاظ میں ان کی ترجمانی کرتا رہا۔

حوالہ جات

۱۔ محبوب عالم کی تاریخ پیدائش میں اختلاف ہے۔ محمد دین فوق نے "اخبار نویسوں کے حالات" (اکتوبر ۱۹۱۲ء، لاہور) میں تاریخ ۱۸۶۳ء لکھی ہے۔ عبدالسلام خورشید کے مطابق یہ فروری ۱۸۶۵ء ہے، "صحافت پاکستان و ہند میں"۔ جبکہ حکومت ہند کی سالانہ رپورٹ

Statement of Newspapers and Periodicals Published in the Punjab and Native States during 1920.

کے مطابق ان کی عمر ۱۹۲۰ء میں تقریبا ٦٧ سال تھی جس کے مطابق ان کی

پیدائش ۱۸۵۳ء بنتی ہے۔

۲۔ عبدالسلام خورشید، "صحافت پاکستان و ہند میں"، لاہور، ۱۹۶۳ء، ص ۳۱۸

۳۔ N. G. Barrier, *The Punjab Press 1880-1905*, Michigan, 1970, p. 102.

۴۔ محمد دین فوق، "اخبار نویسوں کے حالات"، لاہور، ۱۹۱۲ء۔

۵۔ Emmett Davis, *Press and Politics in the British Western Punjab, 1931-1947*, Delhi, 1983, p. 104.

۶۔ بحوالہ "صحافت پاکستان و ہند میں"، ص ۳۱۸

۷۔ "اخبار نویسوں کے حالات"

۸۔ "پیسہ اخبار"، ۲۷ جنوری ۱۹۱۴ء، ص ۲

۹۔ ایضاً۔ ۲۹ مئی ۱۹۱۵ء، ص ۸

۱۰۔ ایضاً۔ اداریہ، ٦ جون ۱۹۲۲ء، ص ۲

۱۱۔ Ninapuri, *Political Elite and Society in the Punjab*, Delhi, 1985, p. 8.

۱۲۔ "پیسہ اخبار"، اداریہ، ۱٦ مئی ۱۹۴۱ء، ص ۲

۱۳۔ مولوی محبوب عالم کو ایم اے او کالج علی گڑھ کا ٹرسٹی تجویز کرتے وقت نواب وقار الملک نے سفارشی نوٹ میں لکھا کہ " میری زندگی کی ایک بڑی خواہش یہ ہے کہ ان کو کالج کے انتظام میں شریک کیا جائے۔" اس کے ساتھ ہی نواب صاحب نے مولوی صاحب کو ایک نجی خط میں لکھا۔ "آپ سے مستدعی ہوں کہ آپ اپنے احباب کو اس موقع پر تائیدی ووٹ حاصل کرنے کی کوشش کی تحریک کریں"۔ محبوب عالم نے لکھا کہ "آپ مجھ سے اس کام کی امید نہ رکھیں"۔ "پیسہ اخبار"، اداریہ، ۲ فروری ۱۹۱۴ء، ص ۲

۱۴۔ تفصیلی مطالعہ کے لیے دیکھئے احمد سعید، "حصول پاکستان"، لاہور، ۱۹۸٦ء ص ص ۴۴۔۴۸۔

۱۵۔ ایضاً۔

۱٦۔ "پیسہ اخبار"، اداریہ، ۱٦ مئی ۱۹۱۴ء، ص ۲

۱۷۔ Sharifuddin Pirzada, *Foundations of Pakistan*, Karachi, 1977, Vol. I, p. 38.

۱۸۔ ایضاً۔ ص ۷۸

۱۹۔ ایضاً۔ ص ۱۲۵۔۱۲٦

۲۰۔ ایضاً۔ ص ۱۳۳

۲۱۔ N. G. Barrier, *op. cit.*, p. 102.

۲۲۔ "پیسہ اخبار"، ۲۷ فروری ۱۹۱۴ء، ص ۵

۲۳۔ *Statement of Newspapers and Periodicals Published in the Punjab and N.W.F.P. during the Year 1911*, pp. 46-47.

۲۴۔ ایضاً۔ رپورٹ بابت ۱۹۱۴ء، ص ص ۲۴۔۴۵

۲۵۔ N. G. Barrier, *op.cit.*, p.102.

۲۶۔ ایضاً۔ رپورٹ بابت ۴۸۔۱۹۴۷ء، ص ص ۳۲۔۳۳

۲۷۔ بحوالہ رپورٹ بابت سال ۱۹۲۰ء، ص ۳۹

۲۸۔ "پیسہ اخبار"، اداریہ، ۳۰ ستمبر ۱۹۲۸ء، ص ۸

۲۹۔ ایضاً۔ ۴ اکتوبر ۱۹۲۸ء، ص ۷

۳۰۔ "پیسہ اخبار"، ۲۱ فروری ۱۹۱۸ء، ص ۳

۳۱۔ "پیسہ اخبار"، ۲۲ مئی ۱۸۹۷ء، ص ۵

۳۲۔ "پیسہ اخبار"، (مراسلہ محبوب عالم)، ۲۲ مئی ۱۸۹۷ء، ص ۱

۳۳۔ "پیسہ اخبار"، ۲۳ اکتوبر ۱۹۱۳ء، ص ٦

۳۴۔ ایضاً۔ ۱۳ نومبر ۱۹۱۴ء، ص ۷

۳۵۔ ایضاً۔

۳٦۔ ایضاً۔ ۱۳ دسمبر ۱۹۱۷ء، ص ۳

۳۷۔ ایضاً۔ ۲۴ دسمبر ۱۹۱۹ء، ص ۳

۳۸۔ ایضاً۔ اداریہ، ۲٦ اکتوبر ۱۹۲۲ء، ص ۳

۳۹۔ ایضاً۔ ۱۵ مئی ۱۹۱۴ء، ص ۷

۴۰۔ ایضاً۔ اداریہ، ۷ مارچ ۱۹۲۰ء، ص ۲

۴۱۔ ایضاً۔ اداریہ، ۲۷ جون ۱۹۲۲ء، ص ۲

۴۲۔ ایضاً۔ ۲۷ جون ۱۹۲۲ء، ص ۲

۴۳۔ ایضاً یکم مارچ ۱۹۱۰ء، ص ۲

۴۴۔ ایضاً۔ ۲۷ دسمبر ۱۹۱۱ء، ص ۲

۴۵۔ "پیسہ اخبار"، اداریہ، ۲۴ جولائی ۱۸۹۷ء، ص ۵

۴٦۔ "پیسہ اخبار"، ٦ فروری ۱۸۹۷ء، ص ۵

۴۷۔ ایضاً۔ اداریہ، ۲٦ جون ۱۹۱۲ء، ص ۵

۴۸۔ ایضاً۔ ۵ اکتوبر ۱۹۲۰ء، ص ۲

۴۹۔ ایضاً۔ ۱۱ مارچ ۱۹۱۴ء، ص ۲

۵۰۔ ایضاً۔ اداریہ، ۲۵ مارچ ۱۹۲۲ء، ص ۲

۵۱۔ ایضا۔ اداریہ، ۲ستمبر-۱۹۲۰ء، ص ۲
۵۲۔ ایضا۔ اداریہ، ۱۶جون ۱۹۲۱ء، ص ۲
۵۳۔ ایضا۔ اداریہ، ۸ جون ۱۹۳۲ء، ص ۲
۵۴۔ ایضا۔ اداریہ ۴ جولائی ۱۹۲۲ء، ص ۲
۵۵۔ ایضا۔ ۲۷فروری ۱۹۱۵ء، ص ۲
۵۶۔ ایضا۔ ۲۷ جون ۱۹۲۲ء، ص ۲
۵۷۔ ایضا۔ اداریہ، ۱۴جولائی ۱۹۲۱ء، ص ۲
۵۸۔ ایضا۔ ۱۷فروری ۱۹۲۱ء، ص ۲
۵۹۔ ایضا۔ اداریہ، ۱۵دسمبر ۱۹۲۱ء، ص ۲